نقد و تبصرہ

(تبصرے کے لئے دو نسخے ارسال فرمائیے!)

(۱) الادب الجمیل (۲) المدیح النبوی

گذشتہ دنوں ہندوستان کے مطالعاتی دورے میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور (اعظم گڑھ) جانے کا اتفاق ہوا۔ جامعہ کے ایک فاضل استاد مولانا افتخار احمد قادری مصباحی نے اپنے ادارے کی دو مطبوعات "الادب الجمیل" اور "المدیح النبوی" عنایت کیں۔ اور یہ وعدہ لیا کہ میں ان پر تبصرہ لکھوں گا۔ یہ کتابیں خیریت سے پاکستان تک آگئیں اور اب میں اس قابل ہوں کہ ایفائے وعد کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکوں۔

الادب الجمیل جس کے مؤلف خود مولانا قادری ہیں عربی ادب کا ایک جامع انتخاب ہے جو عربی مدارس کے طلبہ کی درسی ضروریات کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ جس میں نظم و نثر کے قدیم اور جدید نمونے شامل ہیں۔ کتاب کا آغاز مؤلف کے لکھے ہوئے مقدمے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد "تقدیم" کے عنوان سے ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک مختصر تحریر ہے۔ مقدمہ اور تقدیم دونوں عربی میں ہیں۔ ان تحریروں سے جہاں کتاب کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے وہاں لکھنے والوں کی عربیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اس انتخاب کی خصوصیت یہ ہے کہ مجامیع کے عام طریق سے ہٹ کر قرآن و حدیث کے منتخب اقتباسات سے اس کی ابتدا کی گئی ہے۔ اس کے بعد نظم و نثر کے قدیم و جدید اقتباسات درج کئے گئے ہیں اور ان کے انتخاب میں بھی اسلامی فکر کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ گویا اس انتخاب میں عربی ادب کی تعلیم کے ساتھ طالب علم کی ذہنی و روحانی تربیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

الادب الجمیل ۲۰ × ۲۶ تقطیع کے ۱۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ پندرہ روپے سکہ ہندوستانی اس کی قیمت ہے۔

دوسری کتاب "المدیح النبوی" محمد یاسین اختر اعظمی مصباحی کی تالیف بصورت انتخاب ہے۔ یہ بھی جامعہ اشرفیہ میں عربی ادب کے استاذ ہیں۔ کتاب کے شروع میں اعظمی صاحب کا اپنا لکھا ہوا عربی میں فاضلانہ مقدمہ لائق مطالعہ ہے۔ اس انتخاب کی تیاری میں مولانا اعظمی نے بڑی کاوش سے کام لیا ہے۔ یہ واقعہ ہے اس کی ترتیب میں انہیں ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کرنی پڑی ہوگی۔ یہ انتخاب صرف عربی کا ہے اور اس کی جامعیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۲۶ صفحات کی اس کتاب میں چھوٹے بڑے ۱۲۴ اصحاب کی شعری تخلیقات کے نمونے ہیں۔ یہ کتاب بھی ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی اور اس کی قیمت ہندوستانی سکے میں ۴ اروپے ہے۔

یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مطبع کوثر سرائے میر کی چھاپی ہوئی ہیں۔ سرائے میر جیسی چھوٹی سی جگہ میں کانٹے کی چھپائی کا یہ معیار حیرت انگیز ہی ہو سکتا ہے۔ اس پر مصر اور بیروت کا گمان ہوتا ہے۔ اس مطبع کے مالک مدرسۃ الاصلاح کے نائب ناظم احمد محمود صاحب ہیں۔ ایک چھوٹی سی مشین پر جو اکثر بجلی نہ ہونے کے باعث ہاتھ یا پاؤں سے چلانی پڑتی ہے ایسی کتابیں چھاپ کر دینا واقعۃً غیر معمولی کارنامہ ہے۔ چھوٹی دوکان کے چوکھے پکوان پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اور اس آدمی کو آفرین کہنے کو بھی جو وسائل کی فراوانی اور برتری کے بل بوتے پر نہیں بلکہ محض اپنی محنت مشقت سے ایسی بہتر کارکردگی کی مثال قائم کر رہا ہے۔ جب تک وہاں میرا قیام رہا میں اکثر اس مطبع میں جاتا رہا ہوں۔ میں نے احمد محمود صاحب کو قریب سے کام کرتے دیکھا ہے۔ ملازمین کے ہاتھوں پچاس ساٹھ ہزار کا خسارہ اٹھانے کے بعد اب احمد محمود صاحب "دست خود دہان خود" پر عمل پیرا ہیں اور سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ کمپوزنگ ریک پر کھڑے اپنے ہاتھ سے ٹائپ کے حروف کمپوز کر رہے ہیں یا مشین چلا رہے ہیں۔ مشین اتنی چھوٹی ہے کہ ایک وقت میں صرف ۲ صفحے چھاپ سکتی ہے۔ یہی چھوٹا سا کام احمد محمود صاحب کا ذریعہ معاش ہے۔ مدرسۃ الاصلاح کی نائب ناظمی ایک اعزازی خدمت ہے —

احمد محمود صاحب مدرسۃ الاصلاح کے تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ادیب اور قومی کارکن ہونے کے علاوہ کوہکن بھی ہیں۔ ان کو دیکھ کر بے ساختہ اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ　　جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

ان کے کام کرنے کے انداز کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ پریس نہیں چلا رہے ہیں شعر و ادب کی طرح کوئی تخلیقی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی پروڈکشن میں یوں تو بہت سے لوگوں کا حصہ ہے مگر میں ان میں سب سے زیادہ مبارکباد کا مستحق احمد محمود صاحب کو سمجھتا ہوں۔

یہ دونوں کتابیں مندرجہ ذیل پتے سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

قسم النشر والتوزیع، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا۔

(شرف الدین اصلاحی)